رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ۳ ہے
سہ ماہی .... عہ

قیمت پرانا پرچہ (۳ ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ .... ے
ششماہی .... ۳ ہے
سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲ ر)

جلد ۳ | ۱۷ فروردی ۱۳۵۳ ف | ۲۳ صفر ۱۳۶۳ ھ | ۱۹ فروری ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۲۵)

حیدرآباد کا غذائی موقف

موجودہ پالیسی میں عوام کا فائدہ مضمر ہے

(ایک متعلم معاشیات کے قلم سے)

جیسا کہ سب جانتے ہیں مسئلہ غذا وقت کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ پہلی چیز جو اس سلسلہ میں ہم سب کو یاد رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ یہ ایک کل ہند مسئلہ ہے اور ایک کل ہند اساس ہی پر اس کا صحیح حل نکل سکتا ہے۔ کوئی حل جو اس مفروضہ پر مبنی ہو کہ ہندوستان کی ہر سیاسی وحدت ایک معاشی وحدت بھی ہے اپنے مقصد کی ناکامی کا باعث ہوگا۔ گزشتہ چار سال کے تجربے نے ہندوستان کی تمام حکومتوں پر اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے اور اس احساس کا نتیجہ گریگری رپورٹ ہے جس کو پورے ہندوستان نے بشمول ریاست ہائے ہندوستان لیا ہے۔

ریاستوں کے باشندے اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ ان کا کل ہند پالیسی کو قبول کرنا ان کی اپنی پسند نہیں بلکہ ایک سیاسی مجبوری ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ اگر حیدرآباد بین قومی ضوابط کے مطابق ایک خود مختار مملکت ہوتا تو بھی حکومت سرکار عالی کے لئے خاص معاشی مجبوری کے تحت کل ہند پالیسی میں شریک ہونے کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا۔

اگرچہ حیدرآباد کل ہند غذائی لائحہ عمل میں شریک ہے لیکن نئی دہلی کی منضبط پالیسی کا اندھا مقلد نہیں ہے۔ حکومت سرکار عالی نے مذکورہ پالیسی میں تغیر و تبدل کر کے اس کو ممالک محروسہ کے خصوصی حالات کے موزوں بنایا ہے۔ بعض حالات میں تو اس نے دیگر حصص ہند کی رہنمائی کی ہے اس کی خاص غرض و غایت یہ رہی کہ لوگوں کو غذا اون قیمتوں پر ملے جو لوگ برداشت کر سکیں۔

نگرانی قیمت

اس ملک کے اہم اجناس خوردنی کی قیمتوں پر نگرانی کی ضرورت ہوئی۔ اس پالیسی کے خلاف بالعموم یہ حجت کی جاتی ہے کہ جب تک دوسری تجارتی اشیاء کی قیمتوں پر نگرانی نہ ہو یہ پالیسی کاشتکاروں کو مصیبت میں مبتلا کرتی ہے۔ یہ حجت ملک کا ایک مسلمہ معاشی اصول ہے کہ جب صرف کی تجارتی اشیاء کی قیمتوں پر نگرانی قائم کی جاتی ہے تو اس سے بجائے خود دوسری اشیاء کی قیمتوں پر متبدل اثر پڑنے لگتا ہے۔ لیکن حیدرآباد میں حالات کو محض اتفاق پر نہیں چھوڑا گیا ہے۔ حکومت نے صرف خوردنی اشیاء کی قیمتوں پر نگرانی قائم نہیں کی بلکہ دیگر لوازمات جیسے سوتی کپڑا خوردنی تیل گیاس کا تیل شکر اور لوہے پر جو زرعی آلات کے لئے ضروری ہے نگرانی قائم کی ہے۔ زرعی جانوروں کی برآمد پر تحدید کا سوال بھی گہری توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ان اشیاء کی قیمتیں مقرر کرتے وقت حکومت نے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا ہے کہ یہ جنگ کا زمانہ ہے اور یہ قیمتیں عام طور پر بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً جوار کی قیمت جو ممالک محروسہ کی خاص و سادہ جنس ہے جنگ سے قبل کی قیمت کی دگنی سے زیادہ ہے۔ ناظرین کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوگی کہ حال ہی میں جب جوار مارکٹ میں (۲۳) روپیہ اور (۲۶) روپیہ پلہ فروخت ہو رہی تھی جوار کے کاشتکاروں کو دس یا گیارہ روپیہ پلہ سے زیادہ نہیں ملا۔ کاشتکار سے براہ راست خریدنے کی اسکیم کے تحت حکومت ان کو بہتر قیمت دے رہی ہے۔ لہٰذا اس انتظام سے کاشتکار کا نقصان نہ ہوگا۔ خود غرض درمیانی اشخاص نے جو کاشتکاروں سے دس روپیہ یا اس سے کم دام دے کر جوار کا ذخیرہ کرتے ہیں اور صارف کو (۲۳) اور (۲۶) روپیہ فی پلہ فروخت کرتے ہیں حکومت کی نگرانی نرخ کی پالیسی کے خلاف ایک قسم کی مصنوعی ہیجان پھیلانے کی کوشش کی لیکن مملکت کے سمجھدار غیر سرکاری اصحاب کی مساعی قابل تشکر ہے کہ اس شور و شر کو ختم ہونا پڑا اور یہ یقین کرنے کے پیچھے دلائل ہیں کہ کاشتکار حکومت سے راست معاملہ کرتے ہیں خود کو محفوظ پاتا ہے اور اپنے پیداوار کے بدلے نقد قیمت پا رہا ہے۔ کاشتکاروں کو اوشدنی قیمتیں مقرر کرنے کے بعد مقررہ قیمتوں کا اعلان کر کے حکومت نے صارفین کے مفادات کو بھی محفوظ کر دیا ہے دونوں قیمتوں کا درمیانی فرق اخراجات حمل و نقل، سرمایہ دار کے لگائے ہوئے روپیہ کا سود، گودام کا کرایہ اور دوسرے ناگہانی اخراجات اور دلال کی خدمت کے جس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، معقول معاوضہ پر مشتمل ہے۔

صارفین کو تعاون کرنا چاہئے

یہ شکایتیں عام ہیں کہ مارکٹ میں نگرانی کی مقررہ قیمتوں پر چیزیں یا نہیں ملتیں یہ شکایت حقیقت

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳ | ۱۷ فروری ۱۹۵۳ء | نمبر ۴۶

سکوتِ خود اختیاری

بے رنگی سے بے زبانی اچھی

اپنی برادری کے کسی عمل پر تبصرہ کرنا ایک نازک معاملہ ہے لیکن موجودہ صورت حال کی اہمیت کے پیش نظر اس غیر خوشگوار فرض کو انجام دینے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ روزنامہ جرائد کے فاضل مدیرانِ کو ڈپٹی کمشنر کی جانب سے یہ شکایت پیدا ہوئی کہ سابقہ عمل درآمد کے خلاف قوانین اور قواعد پر بہت سختی سے پابندی کرائی جانے لگی۔ چنانچہ فاضل مدیروں نے باہمی مشورے کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں ایک یادداشت روانہ کی جس میں ان مشکلات کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس حد تک صحافتی برادری کے طرز عمل پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہو سکتا۔ لیکن فاضل مدیرانِ جرائد نے جلد بازی سے کام لے کر اور اس یادداشت کا کوئی جواب وصول ہونے سے قبل ایک بیان جاری کر دیا جس میں یہ اعلان کیا گیا کہ غذائی مسائل اور جامعہ عثمانیہ سے متعلق وہ کوئی خبر یا مضمون شائع نہیں کریں گے۔

جامعہ عثمانیہ کی حد تک ان کا فیصلہ اس لئے درست ہے کہ یہ مسئلہ فی الوقت ایک ایسے کمیشن کے زیر تحقیقات ہے جو ایک معزز رکن عدالت العالیہ کی صدارت میں پوری آزادی اور اختیارات کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ ختم تحقیقات اور کمیشن کی رپورٹ کی اشاعت سے قبل اس موضوع پر کوئی رائے دینا مناسب نہیں۔ یہ فیصلہ نہایت صحیح اور دانشمندانہ ہے لیکن غذائی مسائل سے متعلق خبریں، اشتہارات، مضامین اور اداریے شائع نہ کرنے کا فیصلہ اس امر کے مترادف ہے کہ فاضل مدیرانِ جرائد کو غذائی مسائل کی اہمیت کا کوئی احساس نہیں ہے۔ ہم ان کے اس فیصلے کو ان کی صحافتی ذمہ داریوں کے منافی سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہ نظریہ ہے کہ جنگ سے پیدا شدہ دور پابندیوں اور مشکلات کے تحت جو بھی خدمت کی جا سکتی ہے اس سے دریغ کرنا ایک ایسے نازک وقت پر پبلک سائتھ چھوڑنے کے برابر ہے جبکہ عوام کے ایک بڑے طبقے کے پاس ان مسائل سے واقف ہونے کا بجز اخبارات کے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

ہمارا اخبار ایک ہفتہ وار اخبار ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ ہمیں ان دقتوں سے دوچار ہونا نہیں پڑا جو روزنامہ اخبارات کے فاضل مدیروں کو ان کے بیان کے بموجب پیش آئیں۔ ہم نے غذائی مسائل پر شاید دیگر مقامی معاصرین کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی لکھا اور اس ضمن میں ہم نے حکومت پر بڑی جسارت سے کام لے کر کافی سخت تنقید بھی کی لیکن ہم سے حکومت نے کبھی یہ نہ پوچھا کہ کیوں تنقید کی گئی، اعتراضات کیوں مانگے گئے، یا عہدہ داروں کی غلط کاریوں کو کیوں نمایاں کیا گیا۔ غذائی مسائل سے ہٹ کر دیگر مسائل کے ضمن میں ہم سے بھی بسا اوقات سختی سے باز پرس کی گئی لیکن ہم نے دیکھا کہ غذائی مسائل سے متعلق تو ہر چیز کو سننے اور سمجھنے کے لئے آمادہ ہے۔ دیگر معاصرین کو کیوں شکایت پیدا ہوئی اس کے سمجھنے سے ہم واقعی قاصر ہیں۔ گو ہمارے نہ سمجھنے سے ان کی شکایت رفع نہیں ہوتی لیکن صحیح طریقہ کار یہی تھا کہ غذائی مسائل سے متعلق خبریں اور مضامین شائع نہ کرنے کا فیصلہ کرنے سے پہلے اس یادداشت کے جواب کا انتظار کیا جاتا جو ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں روانہ کی گئی تھی۔ اس جلد بازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فاضل مدیران نے اظہار و تنقید کا دروازہ بطور خود اور بہت زور سے بند کر دیا۔

موجودہ تعطل اخبار بیں طبقہ پر ایک صریح ظلم ہے۔ اخبار بیں طبقہ فاضل مدیران سے یہ پوچھ سکتا ہے کہ کس قصور کی پاداش میں اخبارات اس کو یہ نہیں بتاتے کہ کیا کوٹنگ کے کوپن کس دن تقسیم ہوں گے، روغن گیاسلیٹ کی کے نئے انتظامات کیا ہوئے ہیں، حکومت نے کتنی نئی دوکانیں کن کن محلوں میں قائم کی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب ایک شخص اخبار خریدتا ہے تو یہ کچھ کر خریدتا ہے کہ اس کو وہ تمام معلومات بہم پہونچائی جائیں گی جن کی وہ اخبارات سے توقع رکھتا ہے۔ اگر عوام کو اس مغالطہ میں رکھا گیا ہے کہ حکومت نے غذائی مسائل سے متعلق خبروں کی اشاعت کو ممنوع قرار دیا ہے تو یہ ایک صریح جھوٹ اور بہتان عظیم ہے۔ حال ہی میں حکومت نے پیاز، کولا، لکڑی، مرچوں، انڈوں، اور سوختنیوں کی بوقتِ قلت کے خلاف امتناعی احکام جاری کئے۔ اس حکم کے بعد ان اشیا کی قیمتوں کا گھٹنا لازمی تھا۔ اگر عوام تک یہ خبر پہنچا دی جاتی تو وہ اس اطلاع سے فائدہ اٹھا کر تاجروں سے اشیاء کم قیمتوں پر حاصل کر سکتے کہ انہیں کم قیمتوں پر یہ اشیا فروخت کی جائیں۔ لیکن فاضل مدیران نے اخبار بیں طبقہ کی یہ ضروری خدمت انجام نہیں دی اور عوام کی روزمرہ زندگی کے مسئلوں میں مدد نہیں کی جس کے وہ متوقع اور مستحق تھے۔

بعض فاضل مدیران کے رنگ ڈھنگ سے تو یہ شان ٹپک رہی ہے کہ وہ حکومت کو سزا دے رہے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ اخبار بیں طبقہ پر چندہ کی رقم وصول کرنے کے بعد بھی ایک صریح زیادتی کر رہے ہیں۔ عوام تک اپنا پیام پہونچانے کے حکومت کے پاس اور بھی ذرائع ہیں مثلاً ریڈیو، پوسٹر، دستی اشتہارات، سینما سلائیڈ وغیرہ۔ لیکن اخبارات سے عوام جو توقعات وابستہ رکھتے ہیں ان کی تکمیل کا دروازہ فاضل مدیران نے بند کر کے اخبار بیں طبقہ کو اور اس طبقے کے توسط سے عوام کو بلا وجہ الجھنوں میں ڈال دیا ہے۔

ملک کے ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں کو نیز سیاسی شورش پسندوں کو فاضل مدیران کے بیان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا جو موقع ہاتھ آگیا ہے اس کا ذکر بھی بیان ضروری ہے۔ متعدد اضلاع اور تعلقات سے ہمیں جو اطلاعات ملی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اخبارات کے خود عائد کردہ سکوت سے حسب ذیل غلط اور بے بنیاد نتائج نکالے جا رہے ہیں:-

(۱) ملک میں غذا کی قلت ہے۔ لوگ غذا کی کمی کی وجہ سے موت کا شکار ہو رہے ہیں۔ وبائیں پھوٹ پڑی ہیں اور حکومت نہیں چاہتی کہ یہ تلخ حقائق منظر عام پر آئیں۔ مدیرانِ جرائد جو عوام کے واحد دوست ہیں صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لئے نہایت اچھے مضامین لکھنا چاہتے تھے لیکن حکومت نے اپنے ظالمانہ استبداد سے انہیں روک دیا۔

(۲) ملک کا سارا غلہ برطانوی فوج کے لئے بھیجا جا رہا ہے اور ملک میں قحط پڑ رہا ہے۔ اس واقعہ کو حکومت چھپانا چاہتی ہے اس لئے اخبارات نے بہ مجبوری سکوت اختیار کیا۔

جس قسم کا پروپگنڈہ سایہ کاروں اور غلہ کے ذخیرہ بیوپاریوں کی جانب سے کیا جا رہا ہے اس کی دو موٹی مثالیں ہم نے سطور بالا میں پیش کی ہیں۔ اس پروپگنڈہ کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ مال جو بازار میں آنے لگا تھا وہ پھر چھپنے لگے۔ کیا فاضل مدیران کا یہی منشا تھا؟ ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مشترکہ بیان پر دستخط کرنے والے اصحاب میں اکثر ایسے ہیں جن کا منشا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ لیکن نتائج اور عواقب پر غور کئے بغیر بعض اصحاب نے مروتاً اور بعض اصحاب نے کسی اور وجہ سے مشترکہ بیان پر دستخط کر دئے۔ ہمیں یقین ہے کہ دستخط کنندگان میں بعض ایسے بھی ہوں گے جو اس بیان کے نتائج پر غور کر کے پچھتا رہے ہوں۔

خیر، یہ ان کی شخصی پسند و ناپسند کا مسئلہ ہے جس میں ہم کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ لیکن ہم عوام کے اس کثیر طبقے کے نقطہ نظر سے جو فاضل مدیرانِ کے سکوتِ خود اختیاری کے باعث الجھنوں میں پھنس گیا ہے صحافتی برادری کی عجلت پسندی پر اظہار تاسف کرتے ہیں۔ حکومت سے سب کچھ غلطیاں ہو سکتی ہیں اور ایسی غلطیوں کی اصلاح بھی خود حکومت کر لیتی ہے۔ فاضل مدیران نے اپنا قلم توڑ کر حکومت کے خلاف جو اعلان جنگ کیا ہے وہ ان تعلقات کی اسپرٹ کے منافی ہے جو حکومت اور صحافت کے اہم وعدہ داروں سے قائم ہیں کیا مقامی صحافت یہ کر سکتی ہے

کہ حکومت سرکار عالی کی روش میں وہی ذہنیت اور دوری ہے جو برطانوی ہند میں پائی جاتی ہے۔ حکومت سرکار عالی تمام اخبارات کو جن میں مخالف حکومت اخبارات بھی شامل ہیں مساوی مراعات دیتی ہے۔ اس واقعہ کی موجودگی میں فاضل مدیران کا یہ تصفیہ کہ وہ حکومت کو سزا دیں گے ایک غیر متوقع اور غیر مستحسن فیصلہ ہے۔

فاضل مدیران جرائد اس امر سے ضرور واقف ہیں کہ جنگی احتساب کے مسئلہ میں حکومت سرکار عالی نے دیگر صوبہ جات اور ریاستوں کی طرح حکومت ہند سے تعاون کا فیصلہ کیا ہے۔ قواعد واقعات حیدرآباد اور صحافتی ہدایات اسی تعاون کا نتیجہ ہیں جن پر فاضل مدیران آغاز جنگ سے بطیب خاطر کاربند رہے ہیں۔ جنگ کے پانچویں سال میں جبکہ محاذ پر فوری کارروائیوں کا آغاز ہونے والا ہے حیدرآباد کے مدیران جرائد کا یہ فرض کر لینا کہ ان کا خود عائد کردہ سکوت ان قوانین کو ہٹا سکتا ہے اپنے آپ سے ایک بیجا حسن ظن ہے۔

یہ امر بطور خاص غور طلب ہے کہ چار سال تک ان قوانین پر کاربند رہنے کے بعد آج یکایک ان قوانین اور قواعد سے تنفر کیوں پیدا ہوگیا؟ قابل عمل قوانین اچانک ناقابل برداشت کیوں ہوگئے؟ یہ چند ایسے سوالات ہیں جو پیدا ہوسکتے ہیں اور عوام کو اس بدگمانی کا موقع دے سکتے ہیں کہ اصل جھگڑا کچھ اور ہے اور قوانین اور قواعد محض ایک بہانہ ہیں گو ہم کو ایسی بدگمانی تاحال نہیں ہوئی۔

• فاضل مدیران کی خدمت میں ہم یہ گزارش کریں گے کہ وہ اپنے اس بیان کو واپس لے لیں جس سے فائدہ اٹھا کر ایک فریق سیاسی شورش پسند غذائی بحران پیدا کرنے کے منصوبے باندھ رہے ہیں اور دوسری طرف ذخیرہ باز بازار میں آتے ہوئے مال کو پھر گوداموں میں لوٹانے کی فکر کر رہے ہیں۔ جب یہ بیان واپس لے لیا جائے تو ہم حکومت سے یہ عرض کریں گے کہ وہ فاضل مدیران کی مشکلات کا حل اپنے روایتی ہمدردانہ رنگ میں سوچ نکالے۔ اگر پریس کمشنری کے ذیلی عہدیدار ضرورت سے زیادہ سختی کر رہے تھے تو انہیں حکم دیا جاسکتا ہے کہ مدیروں سے نرم برتاؤ کیا جائے۔ غذائی مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو اپنے صحیح حل کے لئے ہر طبقہ اور جماعت کا تعاون چاہتا ہے۔ حکومت اپنی فراخ حوصلگی سے جو اس کی روایات میں داخل ہے فاضل مدیران جرائد کو با آسانی مطمئن کرسکتی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ یہ تعطل جلد دور ہوجائے گا اور معصوم عوام اہم خبروں سے محروم نہیں رکھے جائیں گے۔

ساتھ ہی ہمیں سوامی رامانند تیرتھ اور پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ اور ان کے رفقائے کار کے جو بیانات اس سلسلہ میں شائع کئے ہیں ان کے صفحات ایک مستقل اداریہ کے متقاضی ہیں جن پر ہم کسی آئندہ موقع پر روشنی ڈالیں گے۔ یہاں صرف اس قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ بیانات اس صحافتی تنبیہ کی جان ہیں اور جو حرکات اس تنبیہ میں کارفرما ہیں ان کی ایک جھلک ان لیڈروں کے بیانات میں نظر آرہی ہے۔

صحافتی آزادی کون نہیں چاہتا! لیکن آزادی کے مفہوم سے متعلق دو مدیران میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ شہر کے پبلک کارکنوں نے ایک متفقہ بیان کے ذریعہ مدیران جرائد کے موقف کی تائید کرنے کے بجائے مختلف بیانات کے ذریعہ اپنے اپنے ذہنی تحفظات کے ساتھ مدیران جرائد کی تائید کی اور مولوی بہادر خاں صاحب کو مجبوراً مدیران جرائد سے یہ توقع ظاہر کرنی پڑی کہ:

"وہ اپنے قلم اور صحافت کو کامل ذمہ داری اور اعتدال کے ساتھ استعمال کریں گے اور خبروں اور بیانات کی صداقت کا اشاعت سے پہلے اطمینان کر لیا کریں گے۔"

حیدرآباد کی پبلک زندگی کی سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ ہر گروہ آزادی، اصلاح اور ترقی چاہتا ہے لیکن ہر گروہ کا موعود ذہنی مختلف ہے۔ اصطلاحات سب کے یکساں ہیں لیکن مفہوم سب کا جدا۔ توقع تھی کہ کم از کم غذائی مسئلہ کی حد تک نیتوں اور نقطہ نظر میں یہ اختلاف نہ رہے گا لیکن جیسا کہ ہم نے اپنے گزشتہ اداریہ میں بتلایا ہے یہ پبلک کارکن حکومت اور شہری پبلک کے آگے ایک بیان شائع کرتے ہیں اور دیہات کے لئے اسی بیان کا ترجمہ مقامی زبانوں میں اس انداز میں کیا جاتا ہے کہ اگر ان بیانات سے رعایا واقعی متاثر ہوجائے تو بازار میں اناج کا ایک دانہ بھی باقی نہ رہے۔ مثال کے طور پر مطلوبہ صحافتی آزادی کے تحت ایک اخبار —— ہم کسی خاص اخبار کا فی الوقت نام لینا پسند نہیں کرتے —— یہ لکھ سکتا ہے کہ فلاں تعلقہ میں عوام کو اناج میسر نہیں آرہا ہے۔ اگر ہم اس تعلقہ میں پہنچ کر اس کی تحقیق کریں تو یہ بیان صحیح ثابت ہوگا۔ لیکن اخبار کے بیان میں اور اصل واقعہ میں فرق اس وقت نظر آئے گا جب آپ قلت کی وجہ معلوم کرنا چاہیں گے۔ اخبار کے بیان سے ذمہ داری حکومت پر عائد کرنے کی کوشش کی جائے گی اور واقعہ یہ ہوگا کہ ساہوکاروں، نفع اندوزوں اور ذخیرہ بازوں نے بعض سیاسی لیڈروں کے بہکانے اور ہمت دلانے پر یہ مصنوعی قلت پیدا کی ہوگی تاکہ اس مصنوعی قلت کی ذمہ داری حکومت پر عائد کی جاسکے اور عوام کو حکومت کے خلاف مشتعل کیا جائے۔ فرق صرف نیتوں کا ہے۔ ایک سچا اخبار نویس اہم حقائق کے اظہار پر کبھی اکتفا نہیں کرے گا۔ جہاں وہ یہ لکھے گا کہ فلاں تعلقہ میں قلت ہے وہ یہ بھی ضرور لکھے گا کہ یہ قلت کس کی پیدا کی ہوئی ہے۔ بدقسمت بنگال میں یہی ہوا۔ مسلم لیگ کی وزارت آنکھوں میں کھٹک رہی تھی۔ گو عرف عام میں وہ عوامی حکومت تھی مگر اس وزارت کو سیاسی اور مذہبی تعصبات کے تحت پریشان کرنے کا تصفیہ کر لیا گیا تھا۔ کسی لیڈر یا اخبار نویس کا کچھ نہیں بگڑا لیکن ہزاروں بچے یتیم ہزاروں عورتیں بیوہ اور ہزاروں خاندان برباد ہوگئے۔ یہ جدید صحافتی روایات کی بہترین مثال ہے۔ کیا اب بھی حیدرآباد کا ہر پبلک کارکن اور ہر اخبار نویس بے لگام صحافتی آزادی کا طالب بن سکتا ہے؟ اگر گردوپیش کے حالات، مختلف سیاسی تحریکات اور سب سے زیادہ خطرناک فرقہ واری تحریکات کو ٹھنڈے دل سے پیش نظر رکھا جائے تو ہمیں یقین ہے کہ مختلف قسم کے بیانات جاری کرنے والے ضرور اپنی روش پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کریں گے۔

ہماری یہ گزارش ہے کہ جن حضرات نے پبلک کی طرف سے صحافتی آزادی کا مطالبہ کیا ہے وہ براہ کرم زحمت فرما کر چند گھنٹوں کے لئے ایک گول میز کے اطراف بیٹھ جائیں اور یہ تعیین فرمادیں کہ ملک کے اخبارات کا مشترکہ نصب العین کیا ہو۔ اگر فاضل مدیران جرائد اس فیصلہ کو قبول فرمائیں تو ملک کا ہر متنفس مدیران کی تائید میں کمربستہ ہوجائے گا بشرطیکہ مقامی لیڈر اپنے تعیین کردہ نصب العین کی خود بھی پابندی کریں۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ایک شر سے خیر کے پیدا ہونے کی صورت نکل آئے گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو بے تکانی سے بے زبانی اچھی۔ اگر لیڈروں اور مدیران جرائد میں مشترکہ نصب العین کا تصفیہ تا ختم جنگ نہ بھی ہوسکا تو پھر بھی سوامی رامانند تیرتھ اور ان کے رفقائے کار کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہوگی۔ ہمیں توقع ہے کہ ہماری اس صاف گوئی پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے گا اور ملک کے عظیم تر مفاد کو "مدیرانہ وقار" پر قربان نہیں کیا جائے گا۔

آگ بجھانے والی سروسوں کی تنظیم جدید

شہر حیدرآباد اور اضلاع کے شہروں میں مستقل انتظامات

بلدہ حیدرآباد میں نافذ کردہ اسکیم پر ۱۳ لاکھ روپے صرف ہوئے

کچھ عرصہ قبل ممالک محروسہ میں آگ بجھانے والی سروسوں کی جدید اصول کے مطابق تنظیم کی گئی اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ نہایت کارکرد سروسیں بن گئی ہیں۔ اردی بہشت ۱۳۵۲ ف (مارچ ۱۹۴۳ء) میں اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے بلدہ حیدرآباد میں آگ بجھانے کا انتظام کرنے کی ایک اسکیم کو شرف منظوری عطا فرمایا جس کے مصارف کا تخمینہ تقریباً ۱۰ لاکھ روپے تھا۔ اس اسکیم کے نفاذ کے بعد آگ بجھانے کے انتظامات اور کارکردگی میں نمایاں ترقی ہوئی تھی۔

۱۳۵۲ ف کی پہلی ششماہی تک شہر حیدرآباد میں آگ بجھانے کے لئے ایک چھوٹا سا مرکز قائم تھا جہاں دو موٹر کشتی اور ایک غیر مرتب تین پمپ موجود تھے اور اس کا عملہ ایک عہدہ دار اور تیس دوسرے ملازموں پر مشتمل تھا۔ حیدرآباد کو اس وقت جو خطرات درپیش تھے ان کے مدنظر آگ بجھانے کے انتظام کے بارے میں ماہرین سے مشورہ لینا ضروری خیال کیا گیا۔ چنانچہ حکومت ہند کے مشیر آتش فرو سروس بہ غرض معائنہ حیدرآباد طلب کئے گئے تاکہ وہ آتش زدگی سے محفوظ رکھنے کی تدابیر کے بارے میں حکومت سرکار عالی کو مشورہ دیں۔ مشیر موصوف نے شہر حیدرآباد کے لئے آگ بجھانے کے معقول انتظامات کا ایک خاکہ مرتب کیا جس میں یہ لحاظ رکھا گیا کہ یہ انتظامات نہ صرف معمولی آتش زدگیوں پر قابو پانے کے لئے کافی ہوں بلکہ دشمن کے حملہ کی صورت میں بھی آگ بجھانے میں کامیاب ہو سکیں۔ حکومت سرکار عالی نے ان انتظامات کی فوری اہمیت کے پیش نظر تین عہدہ داروں کی خدمات حاصل کیں جو برطانیہ کی نیشنل فائر سروس سے متعلق رہ چکے تھے اور جنہیں برقی آسا ہوائی حملوں کے بعد آگ بجھانے اور ضروری امداد بہم پہنچانے کے کاموں کا بھی تجربہ تھا۔ انہوں نے بلدہ حیدرآباد اور اضلاعی شہروں کے لئے آگ بجھانے کی ایک اسکیم مرتب کی اور عملہ کے لئے مناسب اشخاص کی تربیت کا کام بھی ان کے سپرد کیا گیا۔

شہر حیدرآباد کے لئے ہو کے بجائے ۵۰ پمپ اور ایک ٹرم ٹیبل فراہم کئے گئے اور اضلاعی شہروں کے واسطے ۱۰ پمپ فراہم کرنے کے لئے حکومت ہند سے فرمائش کی گئی۔ مزید براں اس اسکیم کے مطابق عملے میں بھی اضافہ کیا گیا اور ۱۳ عہدہ داروں اور ۳۰۰ دوسرے ملازموں کے تقرر کی گنجائش رکھی گئی۔

تنظیم

اس اسکیم کو حکومت کی قطعی منظوری حاصل ہونے تک بہت کچھ کام انجام پا چکا تھا۔ چنانچہ عارضی طور پر ایک آتش فرو مرکز اور تربیتی اسکول قائم کر دئے گئے تھے۔ کام انیس ڈبلیو۔ ایم۔ ایچ ڈیک مین۔ بی۔ ای متعلق نیشنل فائر سروس کی خدمات مستعار لی گئیں اور انہیں ممالک محروسہ کے آتش فرو دستوں کا کمانڈر مقرر کیا گیا کیونکہ ان کو ہوائی حملوں کا کافی تجربہ تھا اور ۱۹۴۰ء میں برطانیہ پر برق آسا حملوں کے دوران میں جرات و بہادری سے کام کرنے کے صلہ میں اعزاز حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ لندن کے آتش فرو دستوں کے دو عہدہ داران کالم آفیسر ڈریک کے مددگار مقرر کئے گئے۔ کچھ عرصہ کے اندر ہی چار ہندوستانی عہدہ دار اور ایک سو کے قریب دوسرے ملازموں کو پوری طرح تربیت دی گئی اور جب شہر کے بعض مقامات میں آگ لگی تو ان کی پوری آزمائش بھی ہوگئی۔ چنانچہ انہوں نے کامیابی سے آگ بجھا دی اور اس کی وجہ سے تقریباً ۱۵ لاکھ روپے مالیت کی اشیا تباہ ہونے سے محفوظ رہیں۔ جدید سروس کے قیام سے ۱۳۵۳ ف کے اختتام تک ۰۰ سے زیادہ آتش زدگیوں کو دور کیا گیا۔

۲۹۰۰۰ روپے متوالی مصارف۔

جب یہ اسکیم مکمل ہو جائے گی تو شہر حیدرآباد کی آتش فرو سروس کا ایک مرکزی اسٹیشن ہوگا جہاں ۱۰ پمپ موجود ہوں گے اور عہدہ داروں اور دوسرے ملازموں کے لئے رہائش کا بھی انتظام کیا جائے گا۔ مرکزی اسٹیشن کے علاوہ تین چھوٹے اسٹیشن بھی ہوں گے اور اس طرح تقریباً ۸ لاکھ آبادی والے ۵۰ مربع میل رقبے میں آگ بجھانے کا مستقل انتظام ہو جائے گا۔ شہر کے جن حصوں میں آتش زدگی کا زیادہ خطرہ ہے وہاں ۵۰۰۰۰ گیلن پانی فراہم کرنے والے ذخائر موجود ہوں گے۔ مزید براں مرکزی اسٹیشن سے ملحق ایک تربیتی مدرسہ بھی قائم کیا جائے گا۔ اس اسکیم کے سالانہ متوالی مصارف کا تخمینہ (۲۹۰۰۰) روپیہ ہے۔

اضلاع کے شہروں اور قصبوں میں بھی آگ بجھانے کے لئے آتش فرو دستے مقرر کئے جائیں گے جنہیں حیدرآباد کے تربیتی مدرسہ میں ضروری تربیت دی جائے گی اس کے

علاوہ معلومات تازہ کرنے والا نصاب بھی جاری کیا جائے گا تاکہ آتش فرو عملہ آگ بجھانے کے جدید ترین طریقوں سے واقف ہوتا رہے۔

برقی قوت کی راشننگ کے حوصلہ افزا نتائج

پبلک کا قابل قدر تعاون

کوئلہ کے صرفہ میں قابل لحاظ کمی

کوئلہ کی قلت کے باعث بلدہ حیدرآباد میں کچھ عرصہ سے برقی قوت کی راشننگ کی اسکیم عارضی طور پر نافذ کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے نفاذ کا مقصد یہ ہے کہ خانگی ضروریات کے لئے برقی قوت کم صرف کی جائے کیونکہ متعدد اسباب کی بناء پر حسب ضرورت کوئلہ دستیاب نہیں ہو سکتا۔ راشننگ کی اسکیم نافذ ہونے کے بعد پچھلے دو مہینوں کے جو اعداد و شمار ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے روبہ عمل لانے میں صارفوں نے قابل قدر تعاون کیا اور کوئلہ کے خرچ میں قابل لحاظ کمی ہوگئی۔

پبلک کا تعاون

یہ اسکیم کس حد تک کامیاب رہی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ابتدائی دو مہینوں میں (۴۰۰) ٹن سے زیادہ کوئلہ کی بچت ہوئی۔ اس بچت کا اہم ترین سبب خانگی ضروریات کے لئے برقی صرف کرنے والوں کی کفایت شعاری ہے۔ چنانچہ ان کی وجہ سے ہر ماہ (۳۰) ٹن کوئلہ کی بچت ہوئی اور یہ مقدار معمولی صرفہ کا (۳۱) فیصد ہے۔ اس نتیجے کے بعد صنعتی ضروریات کے لئے برقی قوت صرف کرنے والوں کا درجہ ہے جن کی وجہ سے ہر ماہ (۱۵۰) ٹن بچت ہوئی اگرچہ یہ مقدار اول الذکر بچت سے زیادہ ہے لیکن یہ صنعتی طبقہ کے معمولی مصارف کا صرف ۱۴ فیصد ہے۔ ان بچتوں کے علاوہ رفاہی اداروں بینکوں اور فوج وغیرہ کی وجہ سے بھی ماہانہ تقریباً (۱۰۳) ٹن کوئلے کی بچت ہوئی۔ بہ حیثیت مجموعی پبلک نے برقی قوت کم کرنے کی اپیل کے جواب میں پوری طرح تعاون عمل کیا۔

عہدہ داران برقی کا مناسب طرز عمل

کوئلے کی قلت کے باعث نازک صورت حال پیدا ہونے کے باوجود عہدہ داران برقی نے یہ کوشش کی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اس اسکیم کو روبہ عمل لانے میں نرمی برتی جائے۔ چنانچہ ایسے صارفین کی تعداد بہت کم ہے جن کے لئے مقررہ مقدار سے زیادہ برقی صرف کرنے کی پاداش میں برقی کی فراہمی مسدود کر دی گئی۔ راشننگ کے پہلے مہینے میں اوسطاً (۱۰۰۰) صارفین نما ہر ماہ سے (۱۹۰۰) نے مقررہ مقدار سے زیادہ برقی صرف کی لیکن صرف (۳۰۱) صارفین کے لئے برقی کی فراہمی مسدود کی گئی۔ دوسرے مہینے میں (۱۲۵) صارفین نے مقررہ مقدار سے زیادہ برقی

مرکزی مقننہ کے مباحث

سیاسی تعطل اور حکومت کی روش

وہ لوگ جو مسز سروجنی نائیڈو کے اس بیان سے جو موصوفہ نے بمقام دہلی صحافتی کانفرنس میں دیا تھا خوش آئند نتائج اخذ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ حکومت اور کانگریس کے مابین مصالحت کے قرائن پیدا ہو گئے ہیں انہیں مایوس ہونا پڑا۔ ان لوگوں میں کانگریسی جرائد اور لیڈر بھی شامل تھے۔ یہ امر کہ ان لوگوں نے مسز نائیڈو کے خیالات کی جو تعبیر کی وہ حکومت کے رد عمل سے مطابق نہیں ہوئی اس واقعہ سے ثابت ہے کہ حکام نے مسز نائیڈو کو جرائد یا تقریر کے ذریعہ اپنے خیالات ظاہر کرنے سے ممنوع کر دیا۔ حکومت کا رد عمل اُس تقریر سے بھی واضح ہو گیا جو رکن داخلہ نے مرکزی اسمبلی میں میقات موازنہ کے افتتاح کے روز کی۔

گزشتہ سال موسم گرما میں رہا ہونے کے بعد سے پہلی مرتبہ دو تین ہفتہ قبل مسز نائیڈو نے اپنا پہلا بیان شائع کیا۔ یہ موصوفہ کا ایک پیام تھا جو یوم آزادی کے موقع پر شائع ہوا۔ دو روز بعد مسز نائیڈو نے ان تاثرات کو جو ان کے پہلے پیام میں ظاہر کئے گئے تھے وضاحت کی۔ پہلا بیان شائع ہو گیا مگر دوسرے بیان کو اشاعت سے روکنے کی کوشش کی گئی مگر بے نتیجہ۔ ان دو بیانات میں حکومت نے جو امتیاز قائم کیا ہے وہ اکثر لوگوں کے نزدیک ایک معمہ ہے۔ اگر ابتدا ہی سے بیانات کی اشاعت کے راستے روک دئے جاتے تو حکام اس شور و غل اور تنقید کا ہدف نہ بنتے۔ جس چیز کو وہ اب برا کہہ رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے بیان کو شائع کرنے کی سہولت پیدا کی گئی اور دوسرے بیان کو روکنے کی ناکام کوشش۔ گھوڑے کے نکل جانے کے بعد وہ دروازہ کو بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تنقید و اعتراضات کا اصلی سبب یہی ہے جو بالآخر اسمبلی میں تحریک التوا پر منتج ہوا۔

رکن داخلہ نے حکومت کے عمل کی جو وضاحت کی ہے اس سے ایک نکتہ واضح ہوتا ہے گو یہ اس سے اس تضاد کی وضاحت نہیں ہوتی جو مسز نائیڈو کے پہلے اور دوسرے بیانات کے متعلق حکومت کی روش میں پایا جاتا ہے۔ اس میں وہ وجوہ بیان کئے گئے ہیں کہ کیوں حکومت نے مسز نائیڈو کے بیانات پر تحدید عائد کی یا عائد کرنے کی کوشش کی۔ یہ وجوہ دو قسم کے ہیں۔ مثبت و منفی۔ منفی اعتبار سے مسٹر ریجینالڈ میکسول نے کہا کہ مسز نائیڈو کے بیانات میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے یہ ظاہر ہو کہ اس صورت حال کو بدلنے کی خواہش موجود ہے جو قرارداد اگست سے پیدا ہو گئی تھی۔

مثبت معنوں میں اس بیان سے اس ملک کی نمائندگی ہوتی ہے جو کانگریس سے سرزد ہوا۔ رکن داخلہ کے خیال میں مسز نائیڈو کا بیان قرارداد اگست پر ایک اور تقریر تھی۔ ایک ایسی تقریر بھی جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقدہ بمبئی میں کی جاتی۔

رکن داخلہ نے مسز نائیڈو کے بیانات کے مثبت پہلو کی نسبت جو رائے قائم کی ہے اگر وہ صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ جو حکومت ۱۹۴۲ء میں قرارداد کانگریس کی تائید میں تقریروں کو جائز نہ رکھ سکتی تھی وہ ۱۹۴۳ء میں انہی خیالات کے اعادہ کی کس طرح اجازت دے سکتی ہے۔ لیکن رکن داخلہ نے اپنے اس استدلال کے ساتھ یہ خیال بھی شامل کر دیا کہ موجودہ صورت حال میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوئی خواہش موجود نہیں ہے۔ ہندوستان کی رائے عامہ کا اصرار ہے کہ مسز نائیڈو کے بیان میں تعطل کو دور کرنے کی صاف اور واضح علامتیں موجود ہیں مگر اس شرط کے ساتھ بنیادی اصول قربان نہ کئے جائیں۔ اس فقرہ سے مسز نائیڈو کا منشا یہ تھا کہ اگست ۱۹۴۲ء کی قرارداد کا سیاسی حصہ یعنی ملک کی حکومت پر اقتدار کے مطالبہ میں ترمیم نہیں ہو سکتی البتہ دوسرے حصہ میں یعنی تحریک شروع کرنے کی دھمکی ترمیم کی جا سکتی ہے اور ایسا ہو بھی سکتا ہے بشرطیکہ وہ عہدیداران جو پہلی بار جیل میں ہیں جو کانگریس کے کارکن بھی سمجھے جاتے ہیں۔ رکن داخلہ اس خیال سے متفق نظر نہیں آتے بلکہ ہمارے نزدیک ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حکومت چاہتی ہے کہ پوری قرارداد اگست غیر مشروط طور پر مسترد کر دی جائے اور کانگریس کا سرکاری نقطہ نظر یہ ہے کہ اس قرارداد کے سیاسی حصہ کو ترک نہ کیا جائے۔

رکن داخلہ نے کہا کہ کانگریس کسی مصالحت کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ تعطل سے متعلق حکومت کا نقطہ نظر کیا ہے۔ رکن داخلہ کی رائے میں تعطل کے حل کی طرف کوئی اقدام ممکن نظر آتا تاوقتیکہ کانگریس اس نقطہ نظر سے ہٹ نہ جائے جو قرارداد اگست کے سیاسی حصہ میں اختیار کیا گیا ہے۔ اگر رکن داخلہ کی اس تقریر سے جو اسمبلی میں کی گئی حکومت کی سوچی ہوئی پالیسی کا اظہار ہوتا ہے تو گورنر جنرل کی متوقع تقریر میں جو مقننہ میں ہونے والی ہے مشکل سے کوئی ایسی چیز ہو گی جو سیاسی تعطل کو دور کرنے کا اثر رکھتی ہو۔

(ماخوذ از ٹائمز آف انڈیا)

غریبوں پر ظلم نہ ہونے پائے

(۱) بعض دولت مند اشخاص اپنی ضرورت سے زائد غلہ خرید کر غریبوں کو ان کی ضروریات سے محروم کرتے ہیں۔

(۲) غریب کے پاس پیسے نہیں اس لئے وہ روز کا غلہ روز کی کمائی سے خریدتا ہے

(۳) دولت مند کے پاس روپیہ بہت ہے اس لئے وہ کئی دن کی تھیلے اپنے کوٹھے میں ڈال رکھتا ہے۔

(۴) اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب غریب اپنی مزدوری سے لوٹ کر غلہ خریدنے جاتا ہے تو غلہ کا ذخیرہ اپنا غلہ دولت مند کے ہاتھ پہنچ چکا ہے اس غریب کو مایوس لوٹنا پڑتا ہے۔

(۵) ایسا ہونا غریب پر ظلم ہے۔

(۶) حکومت یہ ظلم روا نہیں رکھ سکتی۔

(۷) اس لئے سرکار دولت مند کو حکم دیتی ہے کہ وہ ضرورت سے زائد غلہ نہ خریدے۔

(۸) اس حکم کا نام راشن بندی ہے۔

(۹) جب آپ کے شہر میں راشن بندی نافذ ہو جائے گی تو ہر غریب کو غلہ میسر آ سکے گا۔

سیاسی نمک پارے

از
کشاف

معاصر "رعیت" نے اعلان کیا تھا کہ وہ غذائی مسئلہ پر کچھ نہ لکھے گا لیکن ۸ ماہ فروردی کی اشاعت میں اس نے تحریر کیا ہے کہ:-

"اگر تحقیقات کی جائے تو معلوم ہوگا کہ جو بعض استثنائی صورتوں کے نام تحریر تحصیل تھا کہ تحصیل اجناس، ذخائر اور لائسنس کی کارروائیوں سے تعلق رکھنے والے آبکاری، مال پولیس اور اغذیہ کے کم تنخواہ پانے والے عمال کی آمدنیاں کتنی بڑھ گئی ہیں اور اب ان کی مالی حالت کیا ہے؟ ہم انفرادی صورتوں کو لے کر ان کو عمومیت دینا نہیں چاہتے لیکن اس قدر تو کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ رشوت ستانی کا بازار عام طور پر گرم ہے۔"

مسائل اغذیہ پر معاصر موصوف کے اس تبصرہ کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بتدریج آہستہ آہستہ سکوت وجمود توڑتا جارہا ہے۔ ؎

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویران کئے ہوئے

اگر معاصر رعیت صرف محکمہ اغذیہ کے خلاف خامہ فرسائی کی آزادی چاہتا تھا تو اس نے اس اداریہ کے ذریعہ یہ آزادی حاصل کرلی۔

اخبار "صحیفہ" جو قوم وملت کا سب سے بڑا اور قدیم خادم ہے مقامی روزنامہ جات کے مشترکہ احتجاج میں اس وجہ سے شریک ہوا تھا کہ وہ غذائی مسائل پر لب کشائی نہ کرے گا لیکن راشن بندی سے متعلق کنٹرولر جنرل اے، آر، پی کی صحافتی گفتگو کی رپورٹ کو پڑھ کر فاضل مدیر صحیفہ نے اپنا وعدہ فراموش کردیا اور رپورٹ شائع کردی۔

قصور اخبار کا نہیں بلکہ مسائل اغذیہ کا ہے جو کہ بڑی بری بلا ہے

جب معاصر "مشیر دکن" کے دفتر پر یہ خبر پہنچی کہ قوانین رسد کی خلاف ورزی کی بنا پر صدہا اشخاص ماخوذ ہوئے ہیں تو مشیر دکن کے بھی فاضل مدیر سے حکومت کی یہ زیادتی برداشت نہ ہوسکی اور عالم اضطرار میں آپ نے بھی اپنے حلف کو طاق نسیاں میں رکھ کر وہ خبریں شائع کردیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض بیوپاریوں کو قوانین رسد کی خلاف ورزی کی پاداش میں عدالت سے سزائیں دی گئیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشترکہ محاذ کچھ کچھ ٹوٹتا جارہا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس محاذ کو قائم رکھنے کے لئے اب چھوٹے والے لیڈروں کے بیانات شائع کئے جائیں۔

بعض اخبار میں حضرات مدیران جرائد پر اعتراضات کی رو میں اتنے بہہ گئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جب فاضل مدیروں نے محکمہ رسد کا بائیکاٹ کر رکھا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ سوت اور پارچے سے متعلق اعلانات اور خبریں شائع کررہے ہیں۔

ان معترضین کو معلوم ہونا چاہئے کہ سوت اور پارچہ کھانے پینے کی چیز نہیں ہیں۔

گزشتہ ہفتہ سررشتہ معلومات عامہ نے ایک پریس نوٹ کے ذریعہ نواب صدر اعظم بہادر کے دورہ پربھنی کی روئداد بہ غرض اشاعت روانہ کی تھی جس میں منجملہ اور امور کے یہ بھی درج تھا کہ نواب صدر اعظم بہادر نے ضلع کی غذائی مجلس کے ارکان سے مسائل اغذیہ پر تبادلہ خیالات فرمایا اور فصلوں کی حالت معلوم کی۔

فاضل مدیران جرائد نے جس انداز میں اس پریس نوٹ کو شائع فرمایا اس میں ہمیں یکسانیت نہیں دکھائی دی۔ بعض جرائد نے اس فقرہ کو حذف کردیا جس میں مسائل اغذیہ پر تبادلہ خیالات کا ذکر تھا اور بعض نے فصلوں کے معائنہ کے واقعہ کو قلم زد کردیا۔

ہماری رائے میں فاضل مدیران کو چاہئے کہ ایک ایسی مجلس ترتیب دیں جو اس امر کی نگرانی کرے کہ کہیں حلف شکنی تو نہیں ہورہی ہے تاکہ مدیران جرائد دیانتدار یہ نہ کہنا پڑے۔

من چہ می گویم و اخبار من چہ می سرائد

معاصر "رعیت"، "مشیر دکن"، "صحیفہ" کو ہم یہ پیام پہونچانا چاہتے ہیں:-

"بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
ز ما پیام رسانید ہر کجا ہستند"

معتمد صاحب مجلس مدیران جرائد نے انجمن انسداد قلت وگرانی اجناس کی حالیہ قرارداد کے جواب میں ایک بیان شائع کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ:-

"اس قرارداد میں فرض کیا گیا ہے کہ مدیران جرائد نے مسئلہ اغذیہ کے متعلق حکومت کی جانب سے پابندیاں عائد کئے جانے کی وجہ سے فیصلہ کیا ہے کہ مسئلہ اغذیہ یا متعلقہ مسائل کی نسبت کوئی مضمون شائع نہ ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ پریس کی اس حکمت عملی کا کسی مسئلہ سے تعلق نہیں ہے۔"

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ قاضی عبد الغفار صاحب مدیر "پیام" کا کیا رویہ ہے جنھوں نے یہ قرارداد انجمن قلت وگرانی اجناس میں پیش کی تھی۔ کیا مجلس مدیران کو اس تحریک کی روح رواں سے اختلاف ہے؟ ہم اختلاف کی وجہ معلوم کرنا نہیں چاہتے۔

فلکیاتی مجلس کا جلسہ سالانہ ———— دہلی

سیاسی ستاروں کا کہکشاں بن جائے گا۔ (اخباری خیال)

ماہرین فلکیات کی تحقیقات کے لئے ایک نیا مسئلہ۔ اس کے لئے ایک جدید رصدگاہ کی ضرورت ہوگی۔ البتہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ رصدگاہ کس سے ہو یا کس سے۔

ہم کو اس کا علم ہے کہ ایک محترم معاصر مقامی کو اہل ملک کا یہ مطالبہ بالکل ناواجبی بلکہ مفسدہ نظر آتا ہے اور اس مسئلہ ذریعہ تعلیم کے متعلق مقامی ملکی زبانوں کی تائید میں رائے رکھنے کے الزام میں ہم پر بار بار طنز یہ ریمارک خرافے کی اور حاکمانہ انداز میں ہم سے جواب طلب کرنے کی ضرورت سمجھی گئی۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مطالبہ کہ ثانوی تعلیم میں ذریعہ تعلیم مادری زبان ہونی چاہئے بالکل جائز ہے۔ (مشیر دکن)

ہمیں آپ کے عقیدہ سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم استدلال چاہتے ہیں اور آپ استدلال پیش کرنے کے بجائے نعرے لگاتے ہیں جو آپ کے مقدمہ کی کمزوری کا ثبوت ہے۔

راتب بندی کے فوائد

ہم میں سے اکثر بالکل غیر شعوری طور پر اپنی روزمرہ زندگی میں کسی نہ کسی شکل میں راتب بندی سے کام لیتے ہیں مثلاً یہ کہ جب کوئی گھروالی اپنے بچوں کے لئے میٹھے تیار کرتی ہے تو وہ چھوٹے سے خاندان کے سب سے بڑے فرد کو جتنا اس کا جی چاہئے کھانے اور جو کچھ بچ رہے اس کو چھپا رکھنے کی اجازت نہیں دیتی۔ یہ عمل اس لئے کیا جاتا ہے کہ خاندان کے چھوٹے اس میٹھے سے محروم نہ رہیں۔ وہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ تقسیم بحصہ مساوی ہو اور اس بات کو خیال رکھتی ہے کہ سب کو کافی ملے۔

تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ قومی راتب بندی کی کامیابی سے متعلق کوئی ہراسانی اور شبہات پیدا ہوں۔ شاید یہ خوف ہو کہ ایک مرتبہ راتب بندی کے نافذ ہوتے ہی ہمیں مجلے مارکٹ میں بعض چیزوں کے خریدنے کی اجازت نہ ہوگی اور صرف بعض مقررہ دوکانوں سے مقررہ مقدار خریدنی پڑے گی لیکن اس خیال کی جو خود غرض مندوں نے سرگرمی سے پھیلایا ہے کوئی واقعی بنیاد نہیں ہے۔ راتب بندی ہماری ضروریات کے حاصل کرنے میں کوئی غیر ضروری رکاوٹ پیدا نہیں کرتی اور نہ ایک مرتبہ اس کے نافذ ہوتے ہی اہم ضروریات کا حاصل کرنا مشکل یا ناممکن ہو جاتا ہے۔

راتب بندی کے متعلق اس بات پر زور دینا ضروری ہے کہ اس سے رسد کی ممکن الحصول مقداروں کو گھٹانا مقصود نہیں بلکہ اس کی مناسبت اور منصفانہ تقسیم کا یقین حاصل کرنا ہے۔ عام حالات میں بہت سی چیزیں جس مقدار میں بھی چاہیں مل سکتی ہیں اور اگر کسی وجہ سے کسی جگہ کسی ایک خاص تجارتی شے کی قابل لحاظ کمی ہو تو دوسری جگہ سے بہت ہی قلیل مدت میں اس کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن زمانہ جنگ میں جیسی کہ موجودہ صورت حال ہے ذخائر ایک مقام سے دوسرے مقام کو بہ آسانی و بہ آسانی اور سرعت کے ساتھ منتقل نہیں کئے جاسکتے کہ جہاز، ریلیں، لاریاں اور دیگر ذرائع حمل و نقل فوجوں اور جنگی ساز و سامان کی نقل و حرکت میں استعمال کئے جارہے ہیں۔ ان حالات میں مقامی قلتوں کا مداوا یقیناً آسان نہیں ہے اور ان قلتوں کے ظاہر ہونے پر قیمتوں میں ناروا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ مشکلات بدقسمتی سے ان چیزوں کے ذخیرہ کرنے کی عمومی ذہنیت سے بڑھ جاتی ہیں جن کی رسد میں کمی کا امکان ہو سکتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ ذخائر میں مزید کمی ہو جاتی ہے اور انجام کار ذخیرہ اندوزی میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہوتا ہے اس طرح ایک مسلسل دوری پیدا ہو جاتا ہے جس سے تاوقتیکہ سخت قانونی چارہ کار اختیار نہ کیا جائے مفر ممکن نہیں۔

ایسے دہشت انگیز بحران میں راتب بندی ہی ایک نہایت موثر حربہ ہے جو قوم کے ہر فرد کی اہم ضروریات کی فراہمی کے ساتھ ذخیرہ بازی اور نفع اندوزی دونوں کی روک تھام کرتا ہے۔ فرض کیجئے کہ آپ کے شہر میں گیہوں کی وافر مقدار موجود ہے جو دوسری فصل تک کافی ہو سکتی ہے اگر معاملات کو علی حالہ چھوڑ دیا جائے تو انسانی فطرت جیسی کچھ ہے ظاہر ہے۔ اس لئے اس کا بہت امکان ہے کہ بعض لوگ (جو صاحب استطاعت ہیں) اپنی معمولی ضروریات سے مقابلتاً کہیں زیادہ قابل لحاظ مقدار ذخیرہ کریں گے۔ ایسی صورت میں اگر کچھ ذخیرہ بچ بھی جائے تو ظاہر ہے کہ وہ عام لوگوں کی جائز ضروریات کے لئے کفایت نہ کر سکے گا اور بازار سے درآمد ہونے کی صورت میں قیمتیں بہت بڑھ جائیں گی اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ معدودے چند افراد کے پاس آزان کی امکانی ضرورت سے کہیں زیادہ ذخائر ہوں گے اور محدود ذرائع رکھنے والی ایک معتدبہ تعداد یا تو اس سے بالکلیہ محروم ہوگی یا اس کو اتنا کم ملے گا جو نہ ملنے کے برابر ہوگا۔ اب اگر اس کے برخلاف شہر میں راتب بندی کا نفاذ ہوتا تو ذخیرہ اندوزی ناممکن ہوتی۔ قیمتیں متوازن ہوتیں اور ممکن الحصول رسد بحصہ مساوی ملتی۔ اس اصول تقسیم کے فائدے ظاہر ہیں۔ یہ طریقہ نفع اندوزی اور ذخیرہ بازی کے جو جنگی معیشت کے دو موذی امراض ہیں، ازالے کے علاوہ ہر شخص کے لئے مناسب اور منصفانہ تقسیم کی ضمانت دیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ کئی ایک ممالک میں اس پر کامیابی سے عمل کیا گیا۔ انگلستان کو جو جنگ سے پہلے اپنی اکثر اہم ضروریات کے لئے دوسرے ملکوں کی برآمدات پر تکیہ کرتا تھا ابتداً بہت سی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر راتب بندی کے نفاذ سے صورت حال قابو میں رہی اور اب اس اصول تقسیم کو قوم کی تقریباً تمام اہم ضروریات کی تکمیل کے لئے وسعت دیدی گئی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمل و نقل کی بعض مشکلات کے باوجود بغیر کسی زحمت کے لوگوں کو ان کی ضرورت کی چیزیں مناسب نرخوں پر ملتی ہیں۔ ہندستان میں بھی یہ اصول تقسیم مختلف مقامات پر آزمایا گیا اور نتائج بہت ہمت افزا رہے۔

ایسی صورت میں یہ ایک مکمل حقیقت ہے کہ راتب بندی کا اولین مقصد ہماری رسد کی بہ سہولت فراہمی اور اس بات کا یقین دلانا ہے کہ رسد آئندہ بھی ہمیں مسلسل ملتی رہے گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس سے کچھ زحمت اور پریشانی اٹھانی پڑے لیکن ہمیں اور تنخدہ پریشانی اور بے نفسی کے ساتھ برداشت کرنا چاہئے کیونکہ یہ ایک ہمہ گیر جنگ میں جیسی کہ موجودہ جنگ ہے، ناگزیر ہیں اور ان شدید مشکلات سے ان کا کوئی تناسب نہیں جو حالات کو حسب حال چھوڑ دینے کی صورت میں درپیش ہوں گی۔

ورنگل میں بعض اشخاص کے داخلہ کی ممانعت

حکومت سرکار عالی کا کمیونکے

صدر اعظم و اجلاس باب حکومت نے حکم تحت دفعہ (۱۵۰) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کی رو سے مسمیان صمد رضوی، رامنا دوم اور سید ابراہیم کو ضلع ورنگل میں دو برس تک داخل ہونے اور وہاں سکونت کرنے سے منع فرما دیا نیز اس کی بھی ممانعت فرمادی ہے کہ وہ مزدوروں کی تحریک میں اس مدت کے لئے حصہ لیں نہ کسی ایسی سیاسی تحریک میں حصہ لیں جس کا تعلق مزدور دولت ہو۔ ممانعت ان مذکرہ تحریکوں سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے ساتھ میل جول رکھنے اور ان کے خیالات کی تشہیر کرنے پر بھی حاوی ہے۔

سرکار عالی نے یہ حکم بہت غور و فکر کے بعد صادر کیا ہے۔ سرکار عالی کو مزدور متحدہ جماعت کے جائز مفادات و ضروریات سے پوری ہمدردی رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اور ان کے حالات کی اصلاح ہمیشہ سے ان کی پالیسی رہی اور اب بھی ہے۔ مگر ضلع جاہی ملز کے مزدوروں میں گزشتہ معیاد الست سے مسلسل بے چینی پائی گئی ہے اور وہاں کچھ شورشیں۔ اور بغیر اطلاع دینے کے ہڑتالیں بھی ہوتی ہیں۔ اور اس طرح پر قاعدہ (۲)، (الف) قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔ جن کی بنا پر بوقت ہڑتالیوں کو چالان کیا جاسکتا تھا۔ تاہم اس امید میں کہ مزدوروں کے حالات بدل جائیں گے سرکار عالی نے تحمل سے کام لے کر کوئی کارروائی نہیں کی۔ لیکن یہ امید پوری نہیں ہوئی۔ اور ہڑتالیں جاری ہیں۔ چونکہ سرکار عالی نہیں چاہتی کہ صورت حال میں بیرونی اثرات سے پیچیدگیاں پیدا ہوں۔ اس لئے انھوں نے وہ حکم نافذ کیا ہے جس کی صراحت اوپر کی گئی ہے۔

سرکار عالی خاص طور پر یہ ذکر بھی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ وہ مزدوروں کے انجمن ہائے اتحاد میں غیر مزدور پیشہ ذمہ دار اشخاص کی شرکت کے خلاف نہیں ہیں اور اس لئے مسودہ قانون انجمن ہائے تجارتی (ٹریڈ یونین) میں جو اب مجلس وضع قوانین کے زیر غور ہے یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ مزدوروں کی انجمن ہائے متحدہ جماعت عاملہ میں ایک ثلث کی حد تک غیر مزدور پیشہ اشخاص رہ سکیں۔ ضلع جاہی ملز کے ارباب متعلقہ نے سرکار عالی کی اس پالیسی سے بجنسہٖ اتفاق کیا ہے اور آئندہ بھی وہ اس پالیسی پر عمل کریں گے۔ یہ حکم متذکرہ صدر سے سرکار عالی کی اس پالیسی پر کوئی

سیاست اور جنگ

(۱)

پروفیسر محمد مجیب

ہر جنگ کا ایک محاذ ہوتا ہے جہاں سپاہی لڑتے ہیں اور ان منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے جو ان کے سپرد کئے گئے ہوں جان لیتے ہیں اور جان دیتے ہیں۔ دوسرا محاذ جس کے سپاہی کو مطلب ہوتا ہے نہ ہونا چاہئے سیاسی ہوتا ہے۔ در اصل اس محاذ پر جنگ ہمیشہ جاری رہتی ہے اس کے طریقے، اس کے آلات مختلف ہوتے ہیں۔ مگر مقابلہ اتنا ہی سخت ہوتا ہے جتنا کہ میدان کارزار میں۔ اس محاذ پر کبھی لوگ مسکراتے ہوئے لڑتے ہیں کبھی اکڑتے ہوئے کبھی کسی سے ہاتھ ملا کر کبھی میٹھی میٹھی باتیں کر کے اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں۔ کبھی غصہ دکھا کر، دشمن بنا کر بڑی مشکل یہ ہے کہ اس محاذ کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ اس پر جو کچھ پیش آتا ہے اس کی صحیح کیفیت معلوم ہو تب بھی بیان نہیں کی جا سکتی۔ ایک اور مشکل جس کا اعتراف کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ یہ ہے کہ سیاست دوستی کو مانتی ہے نہ اس پر بھروسہ کرتی ہے۔ اس کے نزدیک صرف دشمنی کے درجے ہوتے ہیں اور دوستی اور اتحاد کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جس سے کم دشمنی ہو اس سے مل کر بڑے دشمن سے لڑو اس لئے سیاست ایک محاذ دشمن کے خلاف کرتی ہے تو دوسرا محاذ دوست کے خلاف بھی تیار کرتی رہتی ہے کہ دوستی سے کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ عالمگیر جنگ اس کی علامت ہے کہ سیاست کے محاذ بھی عالمگیر ہو گئے ہیں اور اس میں قوموں کی زرہ بندی جنگ کی صورت کرتی ہے اور یہ زرہ بندی صرف اس وقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ سیاست اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے جنگ کو چھوڑ کر اور ذریعہ اختیار کرنا مناسب نہ سمجھے تب وہ سپاہیوں سے کہتی ہے کہ اب تم میدان سے ہٹو ہمیں نئے جو رنگ پالے ہیں انہیں میں ہی کھیل سکتی ہوں۔

یہ ہے اس زمانہ کی عالمگیر جنگ کا سیاسی اور تاریخی پس منظر، لڑائی کے میدان بدلتے ہیں۔ کسی کی ہار ہوتی ہے کسی کی جیت۔ گذشتہ دنوں کا بیانیہ کبھی بڑھتا ہے کبھی فتح کی خبریں اور تدبیریں ہوتی ہیں۔ کبھی لڑائی جاری رکھنے کی تدبیر سیاسی پس منظر بھی رہتا ہے۔ ہم یہاں یورپی قوموں کے مقاصد تفصیل سے بیان نہیں کر سکتے اور تفصیلات میں پڑنے کا ابھی وقت بھی نہیں آیا ہے۔ لیکن یورپ میں جو دو بڑے فوجی اور سیاسی محاذ قائم ہیں ان پر غور کیجئے تو اندازہ ہو جائے گا کہ جنگ سیاست میں کس طرح الجھی ہے اور سپاہی کی تلوار کیسی کیسی گتھیاں سلجھانے کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔ ایک محاذ مشرقی یورپ میں ہے، دوسرا مغربی اور جنوبی یورپ میں۔ ایک طرف روس اور جرمنی کی لڑائی ہو رہی ہے، دوسری طرف اتحادیوں اور جرمنی کی مخالفت۔ روس کے سیاسی محاذوں میں سے صرف ایک ہے اور اتحادی فوجیں جرمنوں کو اٹلی سے بے دخل کرنے کی جس کوشش میں مصروف ہیں اس کا آپ اتحادیوں کے سیاسی اور فوجی مقاصد سے مقابلہ کیجئے تو وہ اتنی حقیر معلوم ہوگی کہ شاید آپ اٹلی کی جنگ کی خبریں پڑھنا چھوڑ دیں۔ روس میں جو جرمن فوجیں پسپا ہو رہی ہیں، یہ ایک بہت پیچیدہ اور بہت خطرناک فوجی کارروائی ہے۔ لیکن جب جرمن فوجیں روس کو خالی کر دیں گی تو آپ دیکھیں گے کہ یہ ایک گہری سیاسی چال تھی کہ جنگ کا اس طرح فیصلہ ہوتے ہی روسی سیاست اپنے پیرے جائے گی۔ جرمنی کو امید ہے کہ وہ بیچ میں سے نکل جائے گا اور یورپی سیاست میں ایسے انقلاب ہوں گے کہ اس کے لئے جنگ جاری رکھنا کچھ آسان ہو جائے گا۔

دسمبر ۱۹۴۳ء سے کئی مہینے بعد تک ایسی خبریں آتی رہیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ پاپائے روم کے دربار میں جو سفیر جاپان، روس اور اٹلی کے جو سفیر ہیں ان کے درمیان گفتگو ہو رہی ہے اور جاپان اس کی کوشش کر رہا ہے کہ روس اور جرمنی میں سمجھوتہ ہو جائے۔ انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ غالباً اس لئے کہ جرمنی کو خیال تھا کہ روسیوں نے بہت نقصان اٹھایا ہے وہ سخت شرطیں ماننے پر تیار ہوں گے۔ روسیوں میں بہت دم باقی تھا۔ اتحادی بھی انہیں سہارا دیے رہے تھے اور جاپان کے جنگ میں شریک ہو جانے سے ان کو یقین ہو گیا ہوگا کہ جنگ نا ختم نہیں رہ سکتی۔ انھوں نے لڑائی جاری رکھی اور جنہیں ان کے صبر اور استقلال کا پھل ملا لیکن جنگ کے مقاصد ایسے نہیں ہیں کہ بالکل واضح بیان کئے جا سکیں۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کو پریذیڈنٹ روزولٹ اور مسٹر چرچل نے جو مشترک اعلان کیا دستور اٹلانٹک اس میں کوئی ایسی دفعہ نہیں تھی جس سے روسیوں کو اطمینان ہوتا کہ ان کے سیاسی مفاد کا لحاظ کیا جائے گا اور اگرچہ برطانیہ اور روس کے درمیان ایک باضابطہ معاہدہ ہو گیا (۱۲ جولائی ۱۹۴۱ء اور ۲۶ مئی ۱۹۴۲ء) مگر بالٹک ریاستوں کا روس سے جو تعلق ہے اس کا سیاسی پہلو اب تک وضاحت سے محروم رہا ہے۔ اگست ۱۹۴۲ء میں جب جرمن حملے کی شدت پر تھی۔ روسیوں نے اچانک مطالبہ کیا کہ ہر ہٹلر کے نائب ہر ہیس (Hess) جو برطانیہ میں نظر بند تھے عدالت کے سامنے پیش کئے جائیں۔ روسی جانتے ہوں گے کہ ہر ہیس کو کسی عدالت میں مجرم کی طرح لا کر کھڑا کرنا سیاسی آداب کے خلاف ہوگا، اور ہر ہیس کے ساتھ کوئی زیادتی کی جانے گی تو جرمن حکومت برطانوی قیدیوں سے اس کا بدلہ لے گی۔ وہ صرف برطانوی وزارت کو آزمانا اور دیکھنا چاہتے تھے کہ برطانیہ کے تبصرے ان سے کتنی ہمدردی رکھتے ہیں۔ معلوم نہیں روسیوں نے اپنے مطالبے کا اثر دیکھ کر کیا نتیجے نکالے، بہرحال یہ بات تو واضح ہو گئی کہ وہ جنگ میں شریک ہونے کے باوجود سیاست کے کسی پہلو سے غافل نہیں ہیں۔ جنوری ۱۹۴۳ء میں مسٹر چرچل اور پریذیڈنٹ روزولٹ کی ایک کانفرنس کاسابلانکا میں ہوئی جس کا مقصد یورپی جنگ کے منصوبوں کو مقرر کرنا تھا۔ اس میں روس کو شریک ہونے کی دعوت نہیں دی گئی۔ مگر جنرل فرانکو کا دعویٰ تھا کہ مسٹر چرچل اور پریذیڈنٹ روزولٹ سے ملے اور اگر یہ اعلان کیا گیا کہ اتحادی اس وقت تک لڑائی بند نہ کریں گے جب تک کہ محوری ہتھیار نہ ڈال دیں۔ روسی یہ شکایت کر سکتے تھے کہ اتحادی لیڈروں نے محوریوں کے ایک نمائندے سے گفتگو کی اور انہیں یہ بھی بتایا گیا کہ اپنے کیا کیا تھا۔ اگست ۱۹۴۳ء میں اتحادیوں کی ایک اور بڑی کانفرنس کیوبک (Quebec) اور واشنگٹن (Washington) میں ہوئی۔ اس میں بھی روس کو شریک ہونے کی دعوت نہیں دی گئی، اور دعوت نہ دینے کا سبب اس وقت بتایا گیا جب اس پر کافی چہ میگوئیاں ہو چکی تھیں۔ اس مرتبہ روسیوں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ وہ اس وجہ سے شریک نہیں ہو رہے ہیں کہ انہیں دعوت نہیں دی گئی ہے۔ اور کاسابلانکا کانفرنس کے موقع پر جو عذر پیش کیا گیا تھا کہ مارشل اسٹالن مصروف بہت ہیں اس لئے انہیں زحمت دینا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ وہ اس موقع پر کام نہیں دے سکتا تھا۔ روسی اپنی طرف کچھ بہت نیاز مند نہیں تھے۔ ۸ مارچ ۱۹۴۳ء کو روس میں امریکہ کے سفیر ایڈمرل سٹینڈلی (Standley) نے ایک تقریر میں کہا کہ روسی اپنی جنگی کارگزاری کا بہت ذکر کرتے ہیں مگر انہیں جو مدد امریکہ سے ملی ہے اس کی تفصیل شائع نہیں کرتے۔ بظاہر اس کا احسان مانتے ہیں۔ اس تقریر کی اشاعت ہوتے ہی متحدہ ریاستوں کی وزارت خارجہ نے بیان دیا کہ ایڈمرل سٹینڈلی نے جو کچھ کہا وہ ان کی ذاتی رائے پر کہا، انھوں نے وزارت خارجہ سے اس بارے میں مشورہ نہیں لیا تھا۔ روسیوں نے اپنی طرف سے اعلان کیا کہ امریکی مدد نظر انداز کی جاتی ہے اور بات بنانے کے لئے کچھ اعداد و شمار بھی شائع کئے۔ اس واقعے سے خاصی بدمزگی پیدا ہو گئی، لیکن یہ صرف ایک علامت تھی اس بدلی کی جو تیزی سے پیدا ہو رہی تھی۔ ماسکو ریڈیو نے ۲۰ فروری کو پولینڈ کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بیان دیا کہ سوویٹ روس کی سرحدی مغربی روس میں لتھوانیا میں [illegible] ہو رہا [illegible] میں کر لیا ہے [illegible] کے شریک

کا اب بھی حکمران رہیں"۔ جس سے یہ مطلب نکالا جا سکتا تھا کہ روس لتھونیا، لیٹویا اور استھونیا کی ریاستوں پر جو جنگ سے پہلے آزاد اور خود مختار تھیں، اور ان کے علاوہ فن لینڈ اور پولینڈ کے مشرقی علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اسی بنا پر روس اور پولینڈ کی آزاد حکومت کے درمیان جو لندن میں قائم کی گئی ہے، خاصی مخالفت ہو گئی اور بات اس قدر بڑھی کہ آخر اپریل میں روس نے سفارتی تعلق بند کر دیا۔ اتحادی اور خاص طور سے برطانوی مدبروں نے بیچ میں پڑ کر معاملہ کو رفع دفع کر دیا۔ برطانیہ سے ۲۰ مئی ۱۹۴۲ء کو جو معاہدہ ہوا اس میں تو روس نے وعدہ کیا تھا کہ لڑائی کے ذریعہ دوسرے ملکوں یا ان کے کسی حصے پر قبضہ نہ کرے گا۔ لیکن پولینڈ کی آزاد حکومت کی اس فرمائش پر کہ روس اعلان کرے کہ اس کی اور پولینڈ کی سرحد وہی رہے گی جو ستمبر ۱۹۳۹ء سے پہلے تھی کوئی قطعی جواب نہیں دیا گیا۔ جولائی اور اگست ۱۹۴۳ء میں ایک پراسرار واقعہ یہ ہوا کہ روس نے متحدہ ریاستوں سے اپنے سفیر موسیو لتوینوف (Litvinov) اور برطانیہ سے موسیو مائسکی (Maisky) کو واپس بلا لیا، اور ان بہت ممتاز سیاست دانوں کی جگہ ایسے سفیر مقرر کئے جن کی سیاسی اور سفارتی دنیا میں خاص شہرت نہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ برطانیہ اور متحدہ ریاستوں سے روس کے تعلقات ایسے نہیں ہیں کہ ان ملکوں میں اپنا تجربہ کار سفیروں کو رکھنے کی ضرورت ہو۔ متحدہ ریاستوں کے اخبار تو کسی [illegible] نہیں رکھتے، ان میں سے ایک نے یہ بات تک کہہ دی کہ روس نے ۱۹۳۹ء میں اپنے سیاسی رویے کو بدلنے (یعنی جرمنی سے معاہدہ کرنے) کا ارادہ کیا تھا تب بھی موسیو لتوینوف کو جو اس وقت متحدہ ریاستوں میں روسی سفیر تھے، واپس بلا لیا تھا۔ اخباروں کی باتیں تو ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔ لیکن ان سے روس کا منشا صرف یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ وہ اتحادیوں کے طرز عمل کو پسند نہیں کرتے، اور اگر وہ غلط فہمی کو رفع کرنا چاہتے ہیں تو انہیں روسی حکومت سے مشورہ کر کے طے کر لینا چاہئے کہ جنگ کے بعد یورپ کی نئی تنظیم اور ریاستوں کی حد بندی کس طرح کی جائے گی۔ روس کے رویے کا اتحادیوں پر یہ اثر ہوا کہ مسٹر چرچل نے کیوبک کانفرنس کے بعد اس کا اعلان کیا کہ روس، برطانیہ اور متحدہ ریاستوں کی وزیروں کی کانفرنس ہوگی، اور شروع اکتوبر تک کی اطلاعات سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کانفرنس ہوگی اور ماسکو میں ہوگی۔ بحر روم کے مسائل پر غور کرنے کے لئے ایک کمیشن اسی زمانے میں مقرر ہو گیا، اور اس میں روس نے اپنے ایک نمائندے کو بھیج دیا۔

اتحادی اور روسی دونوں اس حد تک تو بالکل متفق ہیں کہ جرمنی کو شکست دینا اور وہاں کی نازی حکومت کو برطرف کر دینا چاہئے۔ لیکن جرمنی کی شکست ایسی بھی ہو سکتی ہے کہ جس کی وجہ سے وہاں کا نظام حکومت نازی رہے، نہ صرف شرط بدل جائے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں جمہوری حکومت بڑی مشکل سے قائم ہوئی اور وقت کے ساتھ مضبوط ہونے کے بجائے قوم کی نظروں میں گرتی ہی گئی۔ آخر میں نازی اور کمیونسٹ پارٹیاں مقابلے پر آئیں، اور جرمنی کے سرمایہ داروں نے نازی پارٹی کی سرپرستی کر کے اسے برسر اقتدار کیا، اس ڈر سے کہ کمیونسٹ پارٹی اپنی حکومت قائم کرے گی۔ نازیوں نے کمیونسٹ پارٹی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن اب اگر انقلاب ہوا تو یہی پارٹی پھر ابھر کر جرمنی کی سیاست پر حاوی ہو جائے گی اس لئے کہ نازی پارٹی اور متوسط طبقے کی اکثریت کے خاتمہ ہو جانے پر صرف مزدوروں اور کسانوں کا طبقہ ہی رہ جاتا ہے جو حکومت کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ اتحادی اصولاً تو یہ مانتے ہیں کہ ہر قوم کو اس کا حق ہے کہ جس طرح کی حکومت چاہے قائم کرے، لیکن جرمنی کی صنعت اتنی ترقی یافتہ اور جرمن قوم کی صنعتی استعداد اتنی نمایاں ہے کہ اگر وہاں کی معاشی تنظیم کمیونسٹ طریقے پر کی گئی تو اس سے ان ملکوں کی معاشی زندگی کو بہت صدمہ پہنچ سکتا ہے جو سرمایہ داری کے مسلک کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جنگ کا ایک سبب جرمنی کا یہ ارادہ تھا کہ یورپ پر تسلط حاصل کرے، لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جرمنی جنگ کے ذریعے تسلط حاصل کرنے کا حوصلہ ہی نہ کرتا اگر یورپ کی قوموں میں سرد مہری اور بے پروائی عام نہ ہو گئی ہوتی، اور جنگ کے بعد کوئی اعلیٰ اصول پیش نہ کیا گیا جس کی خاطر لوگ قربانی کرنے اور مصیبت اٹھانے پر تیار ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر ملک میں کمیونسٹ تحریک ابھرے گی اور فروغ پائے گی۔ ۲۰ مئی کو بین الاقوامی کمیونسٹ کی مرکزی کمیٹی نے جس کا صدر مقام ماسکو تھا، اپنی خواہش سے اپنا خاتمہ کر دیا۔ اسی کے ساتھ روس میں مذہبیت عام ہو رہی ہے، لوگ گرجاؤں میں جانے لگے ہیں اور انقلاب سے پہلے روس کا جو کلیسائی نظام تھا وہ دوبارہ قائم کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روسی حکومت کو کمیونزم کی تبلیغ سے اب کوئی سروکار نہیں، لیکن ان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کمیونزم، مذہب اور قومیت میں کوئی بنیادی تضاد اور تنازع کی ضرورت نہیں، اور ایسی قومیں بھی کمیونزم کے مسلک کو اختیار کر سکتی ہیں جو مذہب اور قومیت کو چھوڑنا نہ چاہتی ہوں۔ یہ سیاسی پلٹ کمیونزم کو سرمایہ داری کے لئے اور زیادہ خطرناک بنا دیتی ہے، اور کوئی تعجب نہیں کہ اتحادی سیاست ایسی کارروائیوں اور فیصلوں سے بچنا چاہتی ہو جن کی بدولت جنگ میں جلد کامیابی ہو لیکن اس کا بھی اندیشہ پیدا ہو جائے کہ جنگ کے بعد یورپ کی قومیں بے قابو ہو جائیں گی۔ جرمن قوم متحدہ رہنا چاہے تو اسے الگ خود مختار حصوں میں زبردستی تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اتحادی اس پر مستقل فوجی قبضہ نہیں رکھ سکتے، اور اس کی معاشی حالت جتنی خراب ہوگی اتنا ہی زیادہ امکان سیاسی انقلابوں کا ہوگا۔ اتحادی کوئی ایسا فیصلہ کرنا نہیں چاہتے جس پر عمل کرنے میں روس شریک نہ ہو اور روسی کمیونزم کو اپنی مخصوص قومی مسلک قرار دیں اور یورپ میں ہر جگہ کمیونسٹ تحریک کو دبانے کی کوشش کریں تب بھی جرمنی کے مقابلے میں ان کی کامیابی ایک ایسی مثال ہے جو اپنا اثر ضرور دکھائے گی اور اس کا نتیجہ سرمایہ داری نظام کے حق میں مفید نہیں ہو سکتا۔

متحدہ ریاستوں اور برطانیہ کے درمیان ایک گہرا تہذیبی اور سیاسی رشتہ ہے جو ہر نازک موقع پر ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد پر آمادہ کر دیتا ہے۔ متحدہ ریاستوں کو شہری آزادی اور جمہوریت کے اصولوں کا بڑا احترام کرتے ہیں، اور پریزیڈنٹ روزویلٹ حکومت کی سیاست کی شروع سے اس امید میں مخالفت کرتے رہے ہیں کہ ان کی قوم ان کا ساتھ ضرور دے گی۔ لیکن آزادی اور جمہوریت کا یہی احترام سیاست میں بڑی پیچیدگیاں پیدا کر دیتا ہے۔ برطانوی مدبروں کو یہ بات سمجھانے میں بہت دن لگے اور بہت وقت ہوئی کہ ہندوستان میں آزادی کا مسئلہ دوران جنگ میں طے نہیں کیا جا سکتا، لیکن اب جرمنی کی پیش قدمی کا دور ختم ہو گیا ہے اور اتحادیوں کو یقین ہو گیا ہے کہ جرمنی کسی میدان میں ان کا زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو سیاسی مسائل کی طرف توجہ کی جا رہی ہے اور امریکہ میں پھر اس کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ یورپ اور ایشیا میں جو جنگ ہو رہی ہے اس کے سیاسی مقاصد بالکل واضح کر دیئے جائیں۔ جنگ سے جو اور سیاسی اختلافات نہ ہوں تب بھی سرمایہ داری کا عام رواج صنعت اور تجارت کے میدان کو قوموں کا اکھاڑہ بنا دیتا ہے، اور اس لڑائی میں خرچ اپنا ہوا ہے اور صنعتی نظام کو جنگ کے کاموں سے الگ کر کے پرانے ڈھرے پر لگانے میں اتنی دشواریوں کا اندیشہ ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حکومتیں ابھی سے اپنے منصوبے اور ارادے صاف صاف بیان کر دیں۔ جنگ کے بعد برطانیہ پر قرض کا بہت بار ہو گا، لیکن ادھار پٹے کے قانون نے امریکی تجارت کے لئے ایسی راہیں کھول دی ہیں کہ دنیا کی منڈیوں پر امریکہ والے چھائے رہیں گے، اور تجارتی آزادی کا اصول برتا گیا تو دوسرے ملک نقصان میں رہیں گے۔ اگر تجارت پر پابندیاں لگائی گئیں تو امریکہ والے شکایت کریں گے کہ ان کی تجارت کو سیاسی ذریعوں سے روکنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور دنیا میں پھر وہی معاشی رقابت پیدا ہو جائے گی جو عالمگیر جنگ کی بلا لائی ہے۔ ان مسائل کو اس طرح حل کرنا کہ ہر فریق مطمئن ہو جائے قریب قریب ناممکن ہے۔ لیکن اگر اتحادی جنگ کے بعد دنیا کی تنظیم میں پورا اتحاد عمل قائم رکھ سکے تو کم از کم اتنی توقع ہوگی جس نے پہلی جنگ عظیم کے بعد برسوں کے لئے دنیا کو بے چین رکھا۔

مرکزی اسمبلی میں جنگی صورت حال پر تبصرہ

نئی دہلی ۱۰ر فروری۔ آج صبح مرکزی اسمبلی میں جنگی صورت حال پر ایک بیان دیتے ہوئے مسٹر سی ایم ترلویدی معتمد جنگ نے کہا کہ اگرچہ کہ مغرب میں جنگ باقاعدہ ترقی پر ہے اور جنگ کے اس مرحلے کی کامیاب داستانیں جاری ہیں جو براعظم یورپ پر دوسرے محاذ کے قیام پر نمودار ہوگا تاہم جاپانیوں کے خلاف مزید جارحانہ حملہ کی تیاریاں کی جارہی ہیں۔ موصوف نے کہا کہ "جنوب مغربی بحرالکاہل میں جنرل میک آرتھر کی افواج نے فضا اور سمندر میں اپنی برتری قائم کی ہے اور وہ اب جزیرہ نیو برٹن اور ان دیگر جزائر پر اپنی گرفت مضبوط کررہی ہیں جن کو جاپانیوں نے حاصل کیا تھا۔ ان کی لڑائی سست قسم کی تھی کیونکہ درمیان میں سمندر حائل ہیں اور جس علاقہ پر لڑائی ہورہی ہے اس کی نوعیت نہایت دشوار ہے لیکن وہ عنقریب اتنی رفتار ترقی کو بلاشک و شبہ تیز تر بنادیں گی۔ وسطی بحرالکاہل میں امریکی افواج مجموعہ الجزائر مارشل میں گھس گئی ہیں اور ہندوستان میں لارڈ لوئی ماونٹ بیٹن کے تحت جنوب مشرقی ایشیائی کمان کا قیام اس کا پیش خیمہ ہے کہ جب وقت آئے گا تو اہم ترقیات نمودار ہوں گی۔ اراکان اور وادی چنڈوین میں (۱۴) ویں فوج نے محدود پیشقدمی کی ہے۔ اور امریکی تربیت یافتہ چینی افواج نے وادی ہوکانگ میں اقدام کیا ہے۔ حال ہی میں ہماری بری افواج دشمن کی اگلی پوزیشنوں پر مسلسل دباؤ ڈالتے ہوئے اور طلایہ گردی کے ذریعہ عملی جارحانہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ہماری افواج نے اپنی اس اہلیت کا ثبوت دیا ہے کہ وہ جاپانیوں پر سخت ضربیں لگا سکتی ہیں اور جاپانی حادثات ہمارے مقابلہ میں قابل لحاظ طور پر زیادہ ہیں۔ بہرحال اس وقت جاپانی افواج جوابی حملہ کی کوشش کررہی ہیں تاکہ ان پر جو دباؤ ڈالا گیا ہے اس میں کمی کریں۔"

جاپانیوں کے خلاف فضائی حملے

بیان میں آگے چل کر کہا گیا ہے کہ ہندوستان، سیلون اور چین میں متحدہ اتحادی فضائی قوت نے پورے طور پر اس کے بارہ دشمن کے خلاف اپنی روز افزوں ضربوں کو قائم رکھا ہے۔ عام طور پر ہمارے ہوائیہ کی یہ کوشش رہی کہ دشمن کی طیران گاہوں اور میدان جنگ پر حملہ کرے نیز دشمن کے مواصلات اور رسد کے مرکزوں پر ضربیں لگائے اور اس طرح دشمن کے اس کام کو زیادہ مشکل بنائے کہ میدان جنگ میں اس کی افواج قائم و برقرار رہیں۔ اس باقاعدہ ہوائی حملہ کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوستان دیگر محاذ ہائے جنگ کے مقابلے میں ہوائی حملوں سے بہت بڑی حد تک بچا رہا۔ اگرچہ کہ دشمن بہت ہی قریب ہے۔

مسٹر ترلویدی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "ہمارے نقطۂ نظر سے ہندوستان اس دن کی تیاری میں مصروف ہے جبکہ جاپانیوں کے خلاف بری بحری اور ہوائی دستے اپنے جارحانہ کارروائیوں کا آغاز کریں گے۔ اور اس مقصد کے لئے نہ صرف ہماری بری، بحری اور ہوائی افواج کی تربیت کا اہم کام انجام دیا جارہا ہے بلکہ ساری بندرگاہیں اور نقل و ارسال کی سہولتوں، ہماری رسدگاہوں اور وسیع کارخانوں کے تمام و برقراری کا کام بھی اس دن کے لئے پوری قوت سے جاری ہے جبکہ اتحادی اقوام کی پوری فوجی قوت جاپانیوں کی قطعی ناگزیر اور مکمل شکست کے لئے استعمال کی جائے گی۔"

ابتدا میں مسٹر ترلویدی نے آبدوز شکن لڑائی میں اتحادیوں کی کامیابیوں، یوکرائن میں پیش دستی اقدام جس سے یہ توقع کی جارہی ہے کہ بالآخر دشمن رومانیہ میں دھکیل دیا جائے گا۔ آٹھویں فوج کے محاذ اور بالخصوص جرمن دفاعی خطوط کے مسمار کرنے میں ہندوستانی افواج کے کارنامے ان کا ذکر کیا۔

ہندوستان پر فضائی حملے

مسٹر ترلویدی نے ہندوستان پر فضائی حملوں کا ذکر کیا اور کہا کہ گذشتہ ۲۰ر نومبر اور سال رواں کے ۵ر فروری کے درمیان برطانوی ہند کے تمام مقامات پر دس حملے ہوئے اس مدت میں ایک ہندوستانی ریاست پر بھی ایک حملہ ہوا برطانوی ہند میں جو حادثات ہوئے ان کی کل تعداد ۳۱ ہے اور جو نقصان ہوا وہ بہت ہی کم ہے۔

چوری کی اجناس برآمد کرنے والی ایک جماعت کا فوجی دستے سے تصادم

حیدرآباد ۱۰ر فروری۔ ایک اطلاع وصول ہوئی ہے کہ چوری سے اجناس برآمد کرنے والی ایک مسلح جماعت سے برار کی سرحد پر فوجی دستہ سے تصادم ہوگیا۔ اس اطلاع میں بتلایا گیا ہے کہ (۲۲) بیلوں کا ایک قافلہ جن میں (۱۳۲) چاول کے تھیلے تھے اور جس کے ساتھ ۱۰۰ افراد بندوق، تلوار اور کلہاڑیوں سے مسلح تھے برار کی سرحد پر مستقر برطانوی ہند کے علاقہ میں چوری سے مال لے جانے کی کوشش کررہا تھا۔ کروڑگیری کی امداد کے لئے جو فوجی چوکیاں مقرر کی گئی ہیں ان کے کارکنوں نے مزاحمت کی جس کے نتیجہ کے طور پر تصادم ہوا۔ ان سات آدمیوں نے فوجی دستہ پر فائر کئے اور تلوار اور کلہاڑیوں سے حملہ کردیا۔ دست بدست لڑائی میں اس جماعت کے دو اشخاص گرفتار ہوئے اور دو اشخاص پولیس کے حوالے کردیا گیا۔ باقی اشخاص چاول کے تھیلے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حیدرآباد کا غذائی موقف

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

پر بھی ہے لیکن حاملین ہی اس کے ذمہ دار ہیں اگر وہ ان حقوق سے جو حکومت نے انہیں عطا کئے ہیں استفادہ نہیں کرتے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو حکومت کی مدد سے کیفر کردار کو پہنچانے کی اخلاقی جرأت ان میں نہیں ہے تو کوئی حکومت بھی حفاظت نہیں کر سکتی۔ عوام پر لازم ہے کہ وہ حقیقی واقعات کو عدالت مجاز کے روبرو ثابت کریں کہ انہیں مجبور کر دیا جا رہا ہے۔ اگر وہ اپنے اور دیگر شہریوں کے مفاد کے پیش نظر رشت میں پا بزرمت نہیں کر سکتے تو انہیں متعلقہ شکایت بھی نہ کرنی چاہئے۔ صارف اور غیر محتاط تاجر کے درمیان جب آپس میں قانون سے بچنے کی سازش ہوتی ہے تو چور بازار چمک اٹھتا ہے اس لئے اگر مقررہ قیمتوں پر چیزیں دستیاب نہ ہوں تو صارفین حکومت کی غذائی پالیسی کے خلاف سازش کرنے کے الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ حکومت کے قوانین سے فائدہ اٹھانا چاہیں ان کے لئے تمام سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں اور غریب سے غریب بھی ان سے بآسانی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

دیگر ذرائع

غذائی قوانین نافذ کرنے کے بعد حکومت اس امر سے بے خبر نہیں ہو سکتی تھی کہ ایک طبقہ ایسا بھی ہوگا جو اس کو چل دینے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا حکومت نے ان قوانین کی موثر تعمیل کے لئے اجناس خوردنی کی فراہمی کا لائحہ عمل تیار کیا جو جو واشنکر نگان اور جو جنرل کمرشل کارپوریشن لمیٹیڈ کے کھلے مارکٹ میں خوش خرید کی مساعی پر مشتمل ہے اس طریقہ سے فراہم کردہ ذخیرہ کی مدد سے سالوں میں حکومت عوام کی ضروریات پوری کر سکی اور آئندہ بھی اس کو مارکٹ پر نگرانی قائم رکھنے میں مدد دے گی۔ حکومت نے ذخیرہ بازوں اور قانون شکنوں کے خلاف ایک مہم جاری رکھی ہے جس میں عوام کا تعاون لازمی ہے۔

عوامی تعاون کی بحث میں یہ بحث جو آج کل بہت عام ہے پیش کی جاتی ہے کہ موثر تعاون صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اقتدار کی باگ ڈور عوامی حکومت کے ہاتھ میں ہو۔ خوشی کی بات ہے کہ اس ریاست ابد مدت میں بادشاہ اور اس کی حکومت کے مفادات اور ممالک محروسہ کے باشندوں کے مفادات بالکل یکساں ہیں۔ اس حقیقت کے سوا یہ بات قابل غور ہے کہ کم از کم مسئلہ غذا کو سیاسی کمین ورزی یا شورش سے دور رکھنا چاہئے کسی

حکومت کی غذائی پالیسی کے جانچنے کا بہترین معیار یہ ہے کہ آیا وہ پالیسی باہمی سمجھوتے اور تعاون کے جذبے سے کام کرنے کی صورت میں متوقع نتائج کا یقین دلاتی ہے یا نہیں۔ حکومت سرکار عالی کی غذائی پالیسی متوقع نتائج کا یقین دلاتی ہے۔ ایسی صورت میں انی الوقت جو امر غیر اہم ہونا چاہئے کہ وزراء کا تقرر کیسے ہوتا ہے عوام کو چاہئے کہ مسئلہ غذا کو تمام سیاسی یا فرقہ واری مسائل سے بلند سمجھیں۔ یہ ایک خالص معاشی مسئلہ ہے اور اس کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہئے۔

حکومت نے اجناس خوردنی کی پیداوار بڑھانے کے لئے جو کیا گیا ہے یہ جاننا ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ ہندوستان کے دوسرے حصوں سے چاول گیہوں باجرا کی مساس کا تعین کر کے اور شکر کی جس قدر مقدار بھی مل سکتی تھی درآمد کرنے کے سوا، گذشتہ تین سال سے حکومت نے کاشتکار کو پہلے سے زیادہ غلہ اگانے پر ترغیب و تحریص کے ذریعہ آمادہ کیا۔ یہ کوشش خاص طور پر مشکور ہوئیں۔

اشتہار

حاضری کا مدعی علیہ مرتبہ محکمہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ حضور آباد ضلع کریم نگر واقع ۱۰ فروری

نمبر مقدمہ ۳۲ سنہ ۱۳۵۳ف

باجلاس مولوی سید ناصر حسین بی اے ایل ایل بی۔ منصف تعلقہ حضور آباد

پیرول چندا ریڈی مدعی

بنام گرداری کشٹیا مدعی علیہ

دعویٰ دو۔ استقرار حق کرایا نے پٹہ

بنام گرداری کشٹیا ولد نرسیا قوم تلنگہ عمر ۵۰ سالہ پیشہ زراعت ساکن موضع وکٹ ماڈوپلی سوار پنیال تعلقہ [illegible]

ہرگاہ کہ مقدمہ ہذا میں تمہارے نام سمن بذریعہ عدالت جاری کیا گیا لیکن بوجہ عدم موجودگی سمن کی تعمیل تمہاری ذات پر نہ ہوئی بلکہ معلوم ہوا کہ تم کہیں چلے گئے ہو جس کو ایک سال کا عرصہ ہو رہا ہے اب مدعی نے ذریعہ درخواست مع حلف نامہ استدعا کی ہے کہ مدعی علیہ کے صحیح پتہ کی حلف کوشش کی گئی مگر اس کا کہیں پتہ نہیں چلا اس بنا پر ان کے نام اشتہار اخبار میں طبع کرا دیا جائے پس حسب استدعا مدعی ذریعہ ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تم جہاں کہیں ہو بتاریخ ۱۰ فروردی بہشت ۱۳۵۳ف یوم شنبہ بوقت ۱۱ بجے دن اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر مقدمہ مذکورہ کی پیروی یا جواب دہی کرو ورنہ بصورت عدم حاضری تمہارے خلاف ضابطہ کارروائی کی جائے گی پھر کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ آج بتاریخ ۱۰ فروردی ۱۳۵۳ف بدستخط میرے اور مہر عدالت سے جاری کی گئی۔

مہر دستخط سررشتہ دار

اشتہار

حاضری کا مدعی علیہ۔ مرتبہ عدالت دیوانی منصفی تعلقہ تیونی جاگیر واقع ۱۳ فروردی ۱۳۵۳ف

نمبر مقدمہ ۳ دیوانی بدہ

باجلاس مولوی عبدالعزیز خان صاحب بی اے ایل ایل بی منصف درجہ اول

رتی کیشور مدعی

بنام

موہن سنگھ وغیرہ مدعا علیہم

دعوے

زر نقد (۱۸۶) معہ ۱) بابتہ ازضافہ و واصلات

بنام سکھرام ولد کاورسنگھ قوم پردیسی عمر ۳۴ سالہ ساکن موضع اروکھیڑہ بازی تعلقہ بھوکردن ضلع اورنگ آباد۔

ہرگاہ تمہارے نام عدالت ہذا سے متعدد مرتبہ سمن اجرا ہوئے۔ لیکن سمن کی تعمیل ذات پر نہ ہو سکی لہٰذا اب ذریعہ اشتہار تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ اردی بہشت ۱۳۵۳ف حاضر عدالت ہذا ہو کر پیروی و جواب دہی مقدمہ کرو۔ بصورت عدم حاضری تمہارے مقابلہ میں حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی پھر تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۳ فروردی ۱۳۵۳ف میرے دستخط و مہر عدالت سے جاری کی گئی۔

مہر دستخط سررشتہ دار ۔ مہر دستخط منصف عدالت

اطلاعنامہ

ورنگل ادالت تعلقہ ارکی ضلع ناندیڑ واقع ۱۶ فروردی ۱۳۵۳ف

مقدمہ

کوپراج بنام کاشیناتھ۔ تصفیہ تحت قانون انسداد بحالی اراضی حسب ڈگری عدالت

بنام کاشیناتھ ولد گنگا دھر قوم برہمن عمر ۳۲ سالہ پیشہ زراعت ساکن ذرہ طونلا (حمایت نگر) تعلقہ ہدگاؤں

ذریعہ ہذا تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ کوپراج موضع لال سکٹ واٹگوڑ نے بربنا وثیقہ عدالت ضلع ناندیڑ سے تمہارے خلاف ڈگری حاصل کیا ہے اس لئے مگر ہذا سے تعمیل کی غرض سے تمہارے نام تحصیل ہدگاؤں سے سمن اجرا ہوئے کہ تم مقام مذکورہ پر نہ ہونے کی وجہ تمہاری ذات پر سمن تعمیل نہ پا سکے اب یہ اطلاع ذریعہ اخبار دی جاتی ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو محکمہ ہذا میں بتاریخ ۳۰ اردی بہشت ۱۳۵۳ف حاضر ہو جاؤ ورنہ تمہارے مقابلہ میں کارروائی ضابطہ عمل میں لائی جائے گی۔

مہر دستخط ۔ مہر دستخط

سیغہ دار ۔ مددگار

ہمدرد پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (اشتہاریہ) از دفتر حکمت سائچہ توپ سے شائع ہوا۔